

# مُرَّان اور اُس کے باپ کا مہتمم

(حدیث اور مسلک سلف کی روشنی میں)

— ملک غلام علی صاحب —

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تصنیف ”خلافت و ملوکیت“ کے خلافت پہلے کئی سال تک دیوبندی حضرات کا ایک خاص گروہ پورے ملک میں گلی گلی اور کوچے کوچے سب دستم اور اشتعال و منافرت کا ایک طوفان برپا کرتا رہا۔ اس کے بعد اب ایک دوسرا گروہ ایک دوسرے انداز میں پیش قدمی کر رہا ہے اور طرح طرح کے اعتراضات کو بزعم خویش مدلل و منزخوت بنا بنا کر سامنے لا رہا ہے اس سلسلے میں مولانا مفتی شفیق صاحب کے صاحبزادے محمد تقی عثمانی صاحب نے ”البلدغ“ میں جو کچھ لکھا، اس کی علمی حیثیت میں اپنے جواب اور جواب الجواب میں واضح کر چکا ہوں جسے دیکھ کر اہل علم خود راستے قائم کر سکتے ہیں کہ اس مخالفت کی تہ میں علم و استدلال کا کتنا وزن ہے۔ اب مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کے رسالہ تبہات نے اس میدان میں قدم رکھا ہے اور اس کی تازہ ربیع الثانی کی اشاعت میں محمد اسحق سندیلوی صاحب، مولانا ولی حسن ٹونکی صاحب اور مولانا محمد ادریس صاحب کی نگارشات شائع ہوئی ہیں۔ سندیلوی صاحب کی بحث تو نامکمل اور غالباً کسی کتاب کا جزو ہے، جو میری نظر سے نہیں گزری، اس لیے اس پر اس وقت کچھ لکھنا میرے پیش نظر نہیں ہے۔ لیکن دوسرے دو اصحاب نے جو خصوصی توجہ و عنایت میرے حال پر فرمائی ہے، اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کا ارادہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اس بحث کو طول دینے سے ہماری طبیعت ابا کرتی ہے اور عام ناظرین کے لیے بھی یہ ایک تھکا دینے والی بحث ہوگی لیکن اس کا کیا کیا جاتے کہ بعض مودودی بعض حضرات کو کسی طرح چین نہیں لینے دیتا اور وہ پے درپے اپنے بودے اور بے جان دلائل لالا کر محض مولانا مودودی کی ضد میں بنوامتیہ کے ہر فرد کی وکالت کرنے پڑتے ہوئے ہیں جو اکابر امت میں سے کسی نے آج تک نہیں کی۔ ”خلافت و ملوکیت“ کے سلسلے میں میری اب تک کی بحث جو ترجمان القرآن

میں شائع ہو چکی ہے، اس میں ضمناً بعض مقامات پر مروان کا ذکر آ گیا ہے۔ بیانات دیکھیں، اس کے تازہ بیچ اثنانی کے شمارے میں مروان سے متعلق ان مندرجات کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اس کا تفصیلی جائزہ دینا تو سب سے دست ممکن نہیں ہے، تاہم اس تعاقب کے بعض اجزاء ایسے ہیں جن پر تبصرہ و استدراک ضروری محسوس ہوتا ہے۔

**مستدرک کی حدیث** | مولانا مودودی نے خلافت و ملوکیت میں ص ۴۴، اپر البدایہ کی ایک روایت کا حوالہ دیا تھا۔ بدیر البلاغ نے اس روایت کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے ایک وجہ یہ بیان کی تھی کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو الفاظ: لعن اللہ المحکمہ و ما ولد منسوب کیے گئے ہیں وہ مشکوک معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں تحریر کیا تھا کہ ایسی متعدد روایات حدیث و تاریخ میں موجود ہیں۔ مثلاً مستدرک امام حاکم جلد ۴ ص ۴۸۱ پر حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم اور اس کے بیٹے مروان پر لعنت کی ہے اور اس روایت کے متعلق امام ذہبی نے بھی فرمایا ہے کہ صحیح ہے۔ محمد تقی صاحب نے اس پر لکھا تھا کہ توجہ دلانے پر میں نے مستدرک سے رجوع کیا اور مجھے یہ حدیث صحیح کے ساتھ مل گئی۔

اس کے بعد تازہ بیانات میں مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ "تفہیم ذہبی میں" صحیح" نظر آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حافظ ذہبی نے صحت تسلیم کر لی۔ ہاں اگر صحیح کہیں اور پھر کوئی کلام نہ کریں تب مطلب یہی ہو گا کہ اس کی صحت تسلیم کر لی گئی۔ یہ روایت جسے مولانا عثمانی نے فراخ دلی سے قبول فرمایا ہے، صحیح نہیں۔ نہ حافظ ذہبی نے اس کی تصحیح پر صا د کیا ہے، نہ اصول حدیث کے معیار یہی پر وہ پوری اترتی ہے، اس روایت کا مدار ابن رشیدین پر ہے جو خود اور اس کا سارا گھرانہ کذاب تھا مروان اور نبو امیہ کے بارے میں بیشتر روایات و حکایات کا یہی حال ہے کہ وہ کارخانہ رخص کی پیداوار ہیں اور یہ ایک الگ مقالے کا موضوع ہے۔ اب مولانا ٹونکی صاحب کی ایک ایک بات پر علیحدہ اور مفصل کلام کیا جائے تو یہ بھی شاید کسی مقالوں کا موضوع بن جائے گا۔ اس لیے میں موجودہ جائزے میں ضروری باتیں عرض کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ امام حاکم کی تصحیح سے امام ذہبی جب کبھی اظہار اختلاف کرتے ہیں یا صحیح" لکھنے کے بعد زاید کلام کرتے ہیں، تو اس سے ہر حال میں یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث کو موضوع و موضوع

۱۰ اب محمد تقی صاحب نے پھر اپنے اس موقف سے رجوع کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ ان کا اعتراف

صحیح نہ تھا اور بیانات والوں کی بات درست ہے تفصیل مضمون کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

قرار دے رہے ہیں۔ اسی لیے امام ذہبیؒ کا انداز اور الفاظ ہر جگہ یکساں نہیں ہونے کی وجہ سے سختی اور قطعیت کے ساتھ لا، والله وغیرہ الفاظ کے ساتھ تنقید کرتے ہیں، اور بعض دفعہ نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ صورت واقعی یہ ہے کہ امام حاکمؒ نے جو احادیث مستدرک میں جمع کی ہیں، ان کے نزدیک یہ احادیث اکثر و بیشتر بخاری و مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہیں اور ہر علت سے خالی ہیں۔ اس کے برعکس امام ذہبیؒ کے بیان اختلاف کا مقصود بالعموم یہ ہوتا ہے کہ فلاں حدیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر نہیں ہے یا اس میں کوئی مخفی علت ایسی ہے جس کی بنا پر اسے امام بخاری یا امام مسلم نے نہیں لیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مستدرک کی کوئی حدیث علی شرط شیخین نہیں تو بس وہ کا خانہ رفض ہی کی پیداوار ہے۔ اس طرح تو مستدرک ہی نہیں بلکہ صحاح کی بہت سی احادیث بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مثال کے طور پر مستدرک جلد اول ص ۲۳ کی دوسری حدیث پر امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحین کی شرط پر ہے۔ مجھے اس میں کسی علت کا علم نہیں، لیکن بخاری و مسلم نے اسے نہیں لیا۔ اس پر امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ "اس میں ایک راوی ایسا ہے جس سے فقط بخاری نے تخریج کی ہے مسلم نے نہیں کی۔ اب ذہبیؒ کے اس ریمارک سے کیا یہ حدیث بالکل معلول اور ساقط الاعتبار ہو جائے گی؟ آگے ص ۳۲ پر ایک حدیث پر امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی عزیز الحدیث ہے اور اس سے صحیحین میں روایت نہیں کی گئی۔ اسی طرح ص ۵۳ پر ایک راوی کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ کثیر الوہم ہے۔ اب کیا یہ سب احادیث ممنوع قرار پائیں گی؟ یہی حال اس حدیث کا ہے جس کے متعلق منقہ صاحب فتویٰ دے رہے ہیں کہ وہ اصول حدیث کے معیار ہی پر پوری نہیں اترتی۔ امام ذہبیؒ نے اس حدیث کے ایک راوی احمد بن محمد بن حجاج رشیدی کے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ اسے ابن عدی نے ضعیف کہا ہے۔ اب یہ تو ایسی جرح ہے کہ صحاح ستہ کے بھی بے شمار راوی ایسے ہیں جو اس سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ صحاح کے رجال اور شروح حدیث کا جس نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ اس سے بے خیر نہیں ہو سکتا۔ ابن عدی کی تضعیف سے ابن رشدین کا افضی یا جھوٹا ہونا لازم نہیں آتا۔ خود امام ذہبیؒ نے میزان میں ابن رشدین (ارشیدی) سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ لولہ العتھ فیکم لبعثت عن نبیؐ (اگر میں تم میں مبعوث

لہذا یہ لفظ رشیدی یا رشیدین نہیں ہے جیسا کہ بیانات میں بار بار لکھا گیا ہے۔ صحیح لفظ رشیدین بر وزن مسکین ہے۔ صاحب تحفۃ الاحوذی اور دوسرے محدثین نے تصریح کی ہے کہ راؤ بالکسر ہے۔

نہ ہوتا تو عمر شریف بن کر آتے، اب اس روایت کے راوی کو اور جو کچھ بھی کہا جائے، مگر رافضی کہتا تو بوجہی ہے۔ اس راوی کی روایات سنن ترمذی، ابن ماجہ اور دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ مثلاً ترمذی باب المنذیل بعد الوضوء میں، اسی رشدین کی حدیث موجود ہے۔ آگے باب کراہیتہ النخلی یوم الجمعہ میں بھی اسی راوی کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث وارد ہے جس پر امام ترمذی فرماتے ہیں لا نعرفہ الا من حدیث رشدین بن سعد والعمل علیہ عند اهل العلم (اس حدیث کو ہم رشدین ہی کے واسطے سے جانتے ہیں اور اسی حدیث پر اہل علم کا عمل ہے)۔ قاضی اتنا ذرا حدیث کا جو سند کے معاملے میں بڑے متشدد ہیں، وہ اس حدیث کے حاشیے میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ومثل هذا یوجع عندی ان لا یقل حدیثہ عن درجۃ الحسن (رشدین جیسے راوی کے معاملے میں میرے نزدیک قول راجح یہ ہے کہ اس کی حدیث حسن کے درجے سے فرقہ نہیں ہے)۔

یہ بات فی الواقع بڑی عجیب و غریب ہے کہ جس راوی کی روایت مولانا مودودی یا ان کی تائید میں راقم کی طرف سے نقل کر دی جاتی ہے اس میں فوراً کیرے پڑ جاتے ہیں اور وہ راوی جھٹ سے رافضی اور کذاب بن جاتا ہے۔ میں نے اس کی متعدد مثالیں محمد تقی صاحب کے مضامین میں بھی دیکھی ہیں۔ مثلاً: البلاغ صفر ۱۳۸۹ء ص ۱۵ پر ابن جریر کی ایک روایت جس کا خلافت و ملکیت میں حوالہ دیا گیا تھا، اس کا ایک راوی مجالد بن سعید ہے۔ اس کے متعلق اصحاب رجال کے اقوال میں کتر بیونت کرتے ہوئے عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس راوی کے توضیف ہوتے پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے، یہ جھوٹا ہے، شیعہ ہے، مجہول ہے، منروک ہے، ...، حالانکہ حافظ ابن حجر اور حافظ محمد بن طاہر المقدسی کی تصریح کے مطابق اس مجالد بن سعید سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث لی ہے اور ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ چاروں نے اس سے روایت کی ہے۔ ائمہ احناف نے اس راوی کی روایات اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابویوسف نے الرد علی سیرالاوزاعی (لجنة احياء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد ص ۵) میں اس سے روایت لی ہے اور مولانا ابوالوفاء الأحنافی حاشیے میں اس راوی کے متعلق فرماتے ہیں: مولانا ابوالوفاء احنافی ایک بلند پایہ خفی عالم ہیں جنہوں نے احناف کی متعدد اہم کتابیں تحقیق و تنقیح کے ساتھ مصر اور حیدرآباد، دکن میں شائع کرائی ہیں اور اس غرض کیلئے لجنة احياء المعارف النعمانیہ کے نام سے مستقل ادارہ قائم کیا ہے۔ یہ مدرسہ نظامیہ میں اتنا بھی تھے۔ ان کے سامنے محمد تقی عثمانی صاحب جلیوں کی حیثیت طفل مکتب کی بھی نہیں ہے۔

احد الاعیان یعنی یہ نمایاں اور سربراہ اور وہ روایت حدیث میں سے ہیں اور ان سے ان کے بیٹے اسماعیلؑ، امام سفیان ثوریؒ، اصحاب سنن اربعہ، ابن المبارک اور خلق کثیر نے روایت کی ہے۔ اب ایک طرف ان ائمہ حدیث و فقہ کو رکھیے اور دوسری طرف علم و فن کے ان اجارہ داروں کو دیکھیے جو بلا تکلف ہر راوی کے بارے میں کھد دیتے ہیں کہ اس کے پیچھے تو تالیماں پٹی جاتی تھیں اور اس کے پاس جو بھی جاتا تھا وہ بہت جھوٹ لکھ کر لانا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ان مدعیان علم نے اپنے سوا ہر دوسرے شخص کو جاہل مطلق سمجھ رکھا ہے۔ اب اس راوی رشیدین کا بھی یہی حال ہے کہ اسے محض اس لیے رگیدار بنا رہا ہے کہ اس کی روایت میں

نے مولانا مودودی کی ضمنی تائید میں پیش کر دی ہے اور رگیدار نے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اس طرح کے اقوال جرح تو چھانٹ کر امام ابو حنیفہؒ کے خلاف بھی بہت سے پیش کیے جاسکتے ہیں، اور کیے جاتے ہیں۔ مفتی صاحبان کو چاہیے کہ وہ ہر بات کو پہلے اچھی طرح تو لیں، پھر بولیں۔ امام بخاریؒ تاریخ کبیر میں امام ابو حنیفہؒ کے متعلق کہتے ہیں: کان حرجاً مستوعاً عن رأیہ وعن حدیثہ، تاریخ صغیر میں اس سے بھی سخت تر الفاظ ہیں۔ مستد احمد صحاح ستہ تھی کہ سنن دارمی میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی گئی۔ نگہ کیا اس بنا پر وہ متروک و مجہول شمار کیے جاتے گئے؛ ربانی کی کتابوں میں سے کسی راوی کے متعلق جرح نکال کر دیکھ لینا اور بس فقط اس کی بنا پر کسی روایت کو رد کر دینا علم حدیث کا محض سطحی مطالعہ کرنے والوں کا کام ہے۔ جرح و تعدیل کی کتابوں میں کم ہی راوی ایسے ملیں گے جن کی سب نے تعدیل کی ہو، ورنہ بیشتر پر کسی نے کسی نے جرح کی ہے، مگر اس کے باوجود کبار محدثین نے ان مجروحین کی احادیث نہ صرف یہ کہ اپنی کتابوں میں لی ہیں، بلکہ محدثین و فقہاء اپنے مسدک کی تائید میں جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں، ان میں سے کثرت ایسی ہیں جن کے راوی کسی نہ کسی کے نزدیک مجروح ہیں۔

میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی جس حدیث کا حوالہ مستدرک سے دیا ہے، اس کے ساتھ مفتی نجی حسن صاحب نے مستدرک کی اسی مضمون کی بعض دوسری روایات میں بھی انقطاع اور ایک مجہول راوی کی نشان دہی فرمائی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں؛ سکا کہ جن روایات کو میں نے خود ہی قابل نقل نہیں سمجھا، ان پر شاہ فرسانی کی کیا حاجت تھی؟ تاہم مفتی صاحب موصوف سے یہ امر تو مخفی نہ ہو گا کہ کسی روایت کی کسی ایک سند میں کلام پہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا متن ضرور صحیح یا مومنوع ہو۔ عین ممکن ہے کہ یہ متن یا اس کے توابع و شواہد دوسری اسناد صحیح سے مروی ہو۔ امام ابن جوزی نے اسی طرح بعض احادیث و جن میں

۱۔ ان اسماعیل سے امام بخاری نے صحیح میں حدیث لی ہے اور بخاری بن سعید بن عیینہ احمد بن سلیمان جیسے محدثین ان کے شاگرد ہیں جو حضرت ابو بکرؓ کے سلام لانے کی روایت ان سے بیان کرتے ہیں کتاب جمع بین رجال صحیحین، امام بن حبان القاسمی ص ۲۰۰۔

صحیح بلکہ صحیحین کی احادیث بھی ہیں، پر مومنوع ہونے کا حکم لگا دیا اور محض اس بنا پر لگا دیا کہ جو سند ان کے سامنے تھی اس کے راوی مجروح تھے۔ اب یہی صورت یہاں درپیش ہے کہ یہ لعنت والا مسنون متعدد احادیث میں مذکور ہے جن میں سے سر دست میں مسند احمد کی ایک حدیث نقل کرتا ہوں جو مسند عبدالقدیر بن زبیر میں مروی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

امام احمد اور دیگر ائمہ کی احادیث | حدثنا عبد الرزاق انا ابن عيينة عن اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي قال سمعت عبد الله بن الزبير وهو مستند الى الكعبة و هو يقول و مر ب هذا الكعبة لقد لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلانا و صاولد من صلبه دمهم من عبد الرزاق نے، اُن سے ابن عیینہ نے، اُن سے اسماعیل نے اور ان سے شعبی نے حدیث بیان کی کہ میں نے عبداللہ ابن زبیر کو ناٹھ کعبہ سے ٹیک لگاتے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس کعبہ کے رب کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان اور اس کے سببی بیٹے پر لعنت کی ہے۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضرت ابن زبیر نے جب یہ حدیث بیان کی ہوگی تو اس میں اس شخص اور اس کے لڑکے کی ضرور تصریح فرمائی ہوگی جس پر آنحضرت نے لعنت فرمائی تھی، ورنہ ارشاد نبوی بالکل مبہم اور غیر واضح رہتا لیکن ماویا بن حدیث کا یہ طریقہ ہے کہ کسی فرد متعین کا ذکر جیب بار بار ایک ہی مفہوم پر مشتمل احادیث میں آتا ہو تو بعض اوقات وہ نام کو حذف کر کے فقط فلان کا لفظ کہہ دیتے ہیں کیونکہ کہنے والے اور سننے والے خوب جانتے ہوتے ہیں کہ یہاں کون شخص مراد ہے۔ اس حدیث میں بھی جس باپ بیٹے کا ذکر ہے وہ نکم اور مردان کے سوا کوئی نبوی نہیں سکتا کیونکہ کوئی اور باپ بیٹا ایسا اس حدیث میں مذکور ہی نہیں جو مورد لعنت نبوی ہوا ہو۔ اب اگر مولانا ولی حسن صاحب پسند کریں تو مسند احمد کی اس حدیث اور اس کے رواۃ پر بھی طبع آزمائی فرمائی مگر اس وادی میں قدم رکھتے ہوئے یہ بھی یاد رکھیں کہ امام احمد بن حنبلؒ بالاجماع اعرف بالحدیث ہیں اور ان کے مسند کی جن مرویات پر تنقید کی بھی گئی ہے، ان میں سے ایک ایک کا دفاع حافظ ابن حجرؒ اور دوسرے محدثین نے کر دیا ہے۔ اس لیے محض کتب رجال کے چند اقوال کے بل پر کچھ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا۔ اس معاملے میں بھی آپ کو شک واپنی نہیں بلکہ چاروں چار ہ فراخ دلی ہی دکھانی پڑے گی جس کا طعنہ آپ محمد تقی صاحب عثمانی کو دے رہے ہیں۔

صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ احتفاف کے تحت ایک حدیث ہے جس میں بیان ہے کہ امیر معاویہ نے جب مروان کو مدینے کا عامل بنایا تو اس نے بیعت بزید پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے لیے خطبہ دیا۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے ٹوکا تو مروان نے کہا کہ بکڑو اسے۔ حضرت عبدالرحمن نے بھاگ کر حضرت عائشہ کے گھر میں پناہ لی مروان نے وہاں جا کر کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق قرآن میں ہے وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُتِ تَكْمًا... حضرت عائشہ نے پردے کے پیچھے سے فرمایا کہ حضرت ابو بکر کے گھر والوں کے متعلق قرآن میں کچھ نہیں اترا سوائے اس کے کہ اللہ نے میری براءت نازل فرمائی۔ بخاری میں تو اتنا ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے، لیکن سورہ احتفاف کے اس مقام کی تفسیر میں اور اس حدیث کی تشریح میں اکثر مفسرین و محدثین نے لکھا ہے کہ مروان کی اس غلط بیانی کے جواب میں حضرت عبدالرحمن اور حضرت عائشہ نے مروان کو یہ بھی یاد دلایا تھا کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے مثال کے طور پر تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن ابی حاتم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ مروان سے حضرت عبدالرحمن نے کہا تھا:

”الست ابن اللعين الذي لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اباك ؟“

”کیا تو لعین کا بیٹا نہیں ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے ؟“

پھر حافظ ابن کثیر امام نسائی کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے مروان کی الزام

تراشی کے جواب میں فرمایا: ”مروان جھوٹ کہتا ہے۔“ مزید فرمایا: ”وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَعَنَ ابْنًا مَرَّانًا فِي صَلْبِهِ فَمَا وَانْ فَضُضَ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ رَمَلِكِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَّ

مروان کے باپ پر اس حالت میں لعنت فرمائی جبکہ مروان باپ کے صلب میں تھا پس مروان اللہ کی لعنت

میں حصہ دار ہے۔“

بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں علامہ بدر الدین عینی نے محدث الاسما عیسیٰ سے ایک روایت

بیان کی ہے جس میں حضرت عائشہ کا یہی قول نقل کیا ہے کہ: ”لَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ

اباحوان و مروان في صلبه فما وان فضض من لعنة الله عز وجل. پھر حافظ ابن

حجر فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے محدث ابو یعلیٰ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب مروان

اور حضرت ابن ابی بکر کے مابین نکرار ہوئی اور مروان نے حضرت عبدالرحمن پر جھوٹا اتہام ناسد کیا تو انہوں نے

فرمایا: اَلَسْتَ ابْنَ اللّٰعِيْنِ الَّذِي لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

پھر حافظ ابن حجر نے بھی اسماعیلی کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ:

وَلَكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اِبَاهِ رُوَانَ وَمَرُوَانَ فِي صَلْبِهِ۔

امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء ایک مشہور و متداول کتاب ہے جو مدتہائے دراز سے درس نظامی کا جزو

رہی ہے۔ یہ دراصل امام ذہبی کی تاریخ کا ایک جامع خلاصہ ہے۔ اس میں بھی حضرت معاویہؓ کے حالات کے آخر میں امام نسائی اور ابن ابی عاتم کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی گئی ہے:

وَلَكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اِبَاهِ رُوَانَ وَمَرُوَانَ فِي صَلْبِهِ فَسُوَانَ

فَضَضَ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ۔

ان جملہ مفسرین، محدثین اور مؤرخین نے مردان کے لعنت زدہ ہونے پر دلالت کرنے والی یہ ساری

احادیث اپنی کتابوں میں بلا تنقید نقل کی ہیں اور ان پر درایت یا روایت کوئی اعتراض وارد نہیں کیا ہے اس

طرح کے متعدد دیگر اقوالِ سلف بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد میں بیانات کے مقالہ نویسیوں سے

پوچھتا ہوں کہ آیا یہ سارے حضرات رافضی اور کذاب ہیں جو ائمہ المؤمنین حضرت عائشہؓ اور ان کے برادر

بزرگوار سے یہ نقل کر رہے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردان اور اس کے باپ کا حکم ریعت بھیجی

یہ؟ یا معاذ اللہ حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت ابن ابی بکرؓ محض مردان کو طعون کرنے کے لیے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم سے غلط بات منسوب کر رہے ہیں؟ کیا سنی کہانے اور صحابہ کرام کا احترام کرنے کا مطلب

آپ کے نزدیک یہ ہے کہ مردان کی ہر حال میں دکالت و مدافعت کی جائے۔ اپنے سوا ساری دنیا

کو رافضی ٹھہرایا جائے اور مردان پر کسی حدیث صحیح کی زد پڑتی ہو تو اس کا بھی انکار کر دیا جاتے؟

مولانا شبلیؒ کا قول منقہ وافی حسن صاحب فرماتے ہیں کہ نبوآمتیہ کے بارے میں بیشتر روایات و حکایات

کا رخا نہ رض کی پیداوار میں مگر میں منقہ صاحب کو یقین دلانا ہوں کہ سند احمد اور صحاح کے مصنفین کا

اس کا رخا نہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ہاں البتہ روایات کی بہت سی فیکٹریاں خود نبوآمتیہ اور نبو عباس کے

ہاں بھی چاروتھیں۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی سیرۃ النبیؐ کے دیباچے میں فرماتے ہیں:

در فن تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں، ان میں سب سے بڑا قوی اثر

حکومت کا ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کو ہمیشہ اس پر فخر کا موقع حاصل رہے گا کہ ان کا فخر



تلوار سے نہیں دبا۔ حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانے میں ہوئی ہے جنہوں نے پورے  
 نوے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندس تک مساجد میں آلِ فاطمہؑ کی توہین کی  
 اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علیؑ پر لعن کہلوایا، سینکڑوں حدیثیں امیر معاویہؓ وغیرہ کے فضائل میں  
 بنو امیہ کے زلمے میں ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیشین گوئیاں حدیثوں میں  
 داخل ہوئیں۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا، عین اسی زمانے میں محدثین نے علانیہ منادی کر دی کہ یہ سب  
 جھوٹی روایتیں ہیں۔ آج حدیث کا فن اس نحس و خاشاک سے پاک ہے اور بنو امیہ اور عباسیہ  
 جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر تھے، اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں انہیں ہونا چاہیے تھا۔  
 (ریزہ النبی حصہ اول، طبع ہفتم، اعظم گڑھ، ۱۹۶۵ء، ص ۶۶)

بہر کیفیت محدثین رحمہم اللہ کی قبور کو اللہ نور سے معمور فرمائے، انہوں نے نہ صرف روافض و نواصب  
 اور بنو امیہ و بنو عباس کے ان کارخانوں کی مصنوعات کا تار و پود کھیر کر رکھ دیا، بلکہ انہوں نے ایسی صحیح احادیث  
 کو بھی علانیہ بیان فرمایا جن میں سیئات نبی امیہ کی پیشین گوئی کی گئی تھی اور بنو امیہ ہی کے زلمے میں اپنی جان پر  
 کھیل کر حضرت علیؑ اور اہل بیت کے ان مناقب کی بھی نشر و اشاعت کی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے  
 تھے، اور جنہیں لوگوں کے دلوں سے محو کرنے کے لیے حضرت علیؑ اور ان کے گھرانے پر لعنت بھیجی جاتی تھی۔  
 سرِ دست مولانا مفتی ولی حسن صاحب کے تعقیبات کے جواب میں گزارشاتِ بالا پر التفات کرتے ہوئے  
 اب میں چند باتیں اس ”نذیریل“ کے بارے میں عرض کروں گا جو محترم مولانا محمد ادریس صاحب مدیر ”مبایات“ نے رقم  
 فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے مجھے مروان کے متعلق ان کے درج ذیل ارشاد پر اپنی گزارش پیش کرنا ہے۔ وہ فرماتے  
 ہیں :-

”اگر مروان کا باپ اور اس کی ساری نسل۔ بقول ملک صاحب۔ ملعون علی لسانِ  
 نبوت تھی تو ملک صاحب اس کی کیا توجیہ کریں گے کہ معاذ اللہ اسی ملعون کے صلبی لڑکے  
 عبدالعزیز کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خاندان نے حضرت عمرؓ کی پوتی بیباہ دی اور

۱۰۰ نوے سال توڑیں بنتے ہیں کہ ۱۰۰ھ میں امیر معاویہؓ خلیفہ بنے اور ۳۲ھ میں جاکر ابو العباس سجاح نے لموی خلافت  
 کا خاتمہ کر کے عباسی سلطنت کی بنا ڈالی۔ اس پورے دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور زبیر بن ولید کے مختصر عہد کو چھوڑ کر  
 حضرت علیؑ و بنو فاطمہ پر برسر منبر لعنت کی جاتی رہی۔

اسی کے بطن سے عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم پیدا ہوئے جنہیں مولانا مودودی خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہوں گے۔ کیا فاروقی گھرانے کو اس ملعونیتِ عامہ کا انکشاف نہیں ہوا تھا؟ بے بنیاد اتہام مولانا مودودی نے میری عبارت پر یہ اعتراض و اشکال وارد کرتے ہوئے ترجمان القرآن، مئی ۱۹۵۷ء کا حوالہ دیا ہے لیکن میں نے اس ماہ کے ترجمان میں کہیں بھی یہ بات نہیں لکھی کہ مروان کا باپ اور اس کی ساری نسل ملعون علی لسان نبوت تھی۔ میں نے اس پرچے میں ایک جگہ صرف "مروان کا ملعون علی لسان نبوت ہونا" بیان کیا ہے (ص ۱۹) اور اگلے صفحے پر بھی صرف مروان کو لعنت زدہ لکھا ہے۔ اس سے اگلے صفحے پر بھی ایک جگہ مروان اور دوسری جگہ "مروانیوں کی معنوی ذریت" کے الفاظ میرے قلم سے نکلے ہیں۔ یہاں مروانیوں سے میری مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے گفتار و کردار میں مروان اور اس کے باپ سے ملنے جلتے ہیں۔ اس سے مراد ہرگز ساری نسل مروان نہیں ہے میرے الفاظ "معنوی ذریت" میرے مدعا پر شہادت و دلالت کے لیے کافی ہیں۔ ترجمان کے مئی کے اس شمارے کے علاوہ بھی، جہاں تک مجھے یاد ہے اور جہاں تک میں اپنی پوری بحث کی ورق گردانی کر سکا ہوں، میں نے یہ بات کہیں بھی نہیں لکھی کہ مروان یا اس کے باپ کی "ساری نسل" ملعون علی لسان نبوت تھی۔ تاہم میں مولانا محمد ادریس صاحب اور جملہ حضرات قارئین کے سامنے یہ بات نہایت صفا آئی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیے دیتا ہوں کہ اگر کبھی میں نے ایسی بات کہی ہو یا میری کسی بات سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہو کہ میں خدا نخواستہ مروان کی باقیامت پوری نیچے تک کی نسل کو اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مستحق سمجھتا ہوں تو میں اس سے عند اللہ قطعی براوت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس خیالِ باطل سے کہ عثمانی، پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو (معاذ اللہ) اس لعنت کا مصداق سمجھوں جو احادیثِ مذکورہ میں وارد ہے۔ میں تو ترجمان جلد ۵، عدد ۶ میں خلافت و ملوکیت پر بحث کرتے ہوئے حضرت نعمان بن بشیر کی ایک حدیث نقل کر چکا ہوں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بخوار ملوکیت اور جبر و استبداد کی حکومت کے بعد دوبارہ خلافت علی منہاج نبوت کے قیام کی خوشخبری دی ہے اور یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ اس حدیث کے ایک راوی حبیب بن سالم جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہم عصر تھے، انہوں نے بطورِ بشیر و تذکیر یہ حدیث حضرت ابن عبدالعزیز کو لکھی بھی تھی اور ساتھ تحریر کیا تھا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ہی وہ امیر المؤمنین ہوں گے جو از سر نو خلافت علی منہاج النبوة کا احیاء کریں گے اور حضرت عمرؓ اس پر برے

مسرور و شادمان ہوتے۔ یہ بات بھی میں اپنے سلسلہ مضامین میں واضح کر چکا ہوں کہ حضرت عمر ثانی ہی نے جو ایچہ اور مروان کی متعدد بدعات و سنیات کا خاتمہ کیا، مثلاً مذک کو مروان نے اپنی ذاتی جاگیر بنا لیا تھا اور اس کا ورثہ حضرت عمر تک بھی پہنچا مگر آپ نے اسے دوبارہ ریاستی املاک میں شامل کیا، منبروں پر ملعون کا خاتمہ آپ ہی نے کیا۔ اس کے بعد مجھ پر یہ بہتان کیسے جانر ہو سکتا ہے کہ میں حکم اور مروان کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھی ندامتخواستہ ملعون سمجھتا ہوں؟

حقیقت یہ ہے کہ ان احادیث میں حکم کے ساتھ جو ما ولد کے الفاظ ہیں، ان سے مراد میرے نزدیک حکم کا بیٹا مروان یا پھر حکم اور مروان کی وہ اولاد ہے جو اپنے اوصاف و اخلاق میں اس باپ بیٹے سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں حکم یا مروان کی ساری اولاد شامل نہیں ہے۔ حکم اپنے ان افعال کی وجہ سے لعنت کا مستحق ہوا جو اس سے حضور نبوت میں سرزد ہوئے اور جن کی وجہ سے اُسے اور اس کے ساتھ مروان کو بد مذکور ہونا پڑا اور مروان اپنے ان افعال شنیعہ کی وجہ سے اس کا مستحق بنا جو عہد نبوی کے بعد اس سے صادر ہوئے اور جن کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ جب مروان اور اس کا والد اپنے افعال ہی کی بنا پر مورد لعنت بنا، تو پھر مروان اور حکم کی ساری اولاد کس طرح ملعون قرار پا سکتی ہے حکم کے بیٹے بیٹے تمھے جن میں سے ایک مروان تھا اور مروان کے بھی آگے بارہ بیٹے تھے۔ یہ سب عادت و خصائل میں اپنے باپ کے مشابہ نہ تھے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان سب پر وعید نبوی کو حسیاں کیا جائے حکم کا ایک بیٹا اور مروان کا بھائی عبدالرحمن بن حکم بھی تو تھا جس کے متعلق علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کان لایدعی دایم ہمدان (اس کے خیالات و نظریات مروان سے مختلف تھے)، اب آخر کیا وجہ ہے کہ میں عبدالرحمن کو بھی ملعون سمجھوں۔ میرے خلاف اور میری پیش کردہ احادیث کے خلاف "بتیانت" کا یہ اعتراض اسی طرح کا ہے جس طرح بنو امیہ کے بعض دوسرے حامی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے خلاف کرتے ہیں جو بنو امیہ اور بنو مروان کی مذمت میں دیگر احادیث میں وارد ہیں اور دلیل یہی دی جاتی ہے کہ ان کی زود حضرت عثمان اور عمر بن عبدالعزیز پر پڑتی ہے، حالانکہ ان میں سے متعدد احادیث کی سند بالکل صحیح ہے اور محدثین و شارحین نے ان سے حضرت عثمان اور حضرت ابن عبدالعزیز کو خارج و مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ بہر کیف جس پر اللہ اور اس کے رسول نے اس کے کرتوتوں کی بنا پر لعنت کی ہو، مجھے اُسے ملعون علی لسان نبوت سمجھنے یا کہنے میں کوئی تردد و نہی نہیں ہے۔ یہ چیز کسی پر

شاق گزرتی ہے تو گزرتی رہے۔

مولانا محمد ادریس صاحب مجھ سے اس بات پر خفا ہیں کہ میں نے ”غریب مروان کو خوب پیٹ بھر کر صلواتیں سنائی ہیں اور میری تحریر منہ بول کر کہہ رہی ہے کہ یہ سُستی کے قلم کی تراوش نہیں بلکہ کسی جلعے کے رافضی کی تخلیق ہے“ پھر فرماتے ہیں ”انہیں ذوقِ مودودیت کی وکالت کے بنیادی حق سے کون روک سکتا ہے، تاہم وہ یہ نہ بھولیں کہ مروان کو اکثر محدثین صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں اجلۃ تابعین کے علاوہ جلیل القدر صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ امام بخاری مروان کی احادیث روایت کرتے ہیں، امام مالک نے موطا میں ان کے قادی اور فیصلوں کو بطورِ حجت نقل کیا ہے۔ اگر مروان اسی قماش کا آدمی تھا جیسا کہ رافضی افسانوں کے سہارے محترم ملک صاحب باور کرانا چاہتے ہیں تو وہ بتائیں کہ اس صورت میں ان کے عطا کردہ خطابات کا مستحق کیا صرف مروان رہ جاتا ہے اور کیا صحابہ و تابعین وغیرہ اس کی پپیٹ میں نہیں آجاتے؟“

مالک و بخاری کی روایت مروان | جناب مولانا محمد ادریس صاحب نے اپنے قلم سے جو لوگوں کے لالچیاں داور آگے چل کر ابھیرے ہیں ان پر پورے دانشگاہ انداز میں کچھ عرض کرنا تو شاید سب سے ادب ہو سکیں میں کیا یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ جب مروان کو ”اکثر محدثین“ صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور امام بخاری کے اُس سے روایت بیان کرنے کی بنا پر مروان کی جلالتِ قدر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے تو پھر آپ غریب مروان اور اس قماش کا آدمی کہہ کر کیوں ”توہین صحابہ“ کا ارتکاب فرما رہے ہیں۔ یہ الفاظ بھی تو کسی سُستی کے قلم سے نہیں ٹپکنے چاہئیں، آپ کی زبان قلم کو تو رافضی افسانوں سے کوئی اثر قبول نہیں کرنا چاہیے اور بعض دوسرے ”سُستیوں“ کی طرح جب بھی مروان کا ذکر خیر ہو، تو آپ کو بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ رقم فرمانا چاہیے۔ یہ نیسے دروں نیسے بیروں کی پالیسی آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ مروان کے صحابی یا غیر صحابی ہونے کے مسئلے پر میں انشاء اللہ کئی تفصیل سے لکھوں گا، البتہ روایتِ حدیث کے معاملے میں حقیقتِ حال اور صحیح موقف وہی ہے جو میں پہلے عدالتِ صحابہ و عدالتِ رواۃ کی بحث میں بیان کر چکا ہوں۔ جو راوی بھی صادق القول فی روایتِ الحدیث ہے وہ خواہ مبتدع ہو، مگر کب کبیرہ ہو، اس کی روایت بلا تامل لی جاسکتی ہے اور لی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں بھی مروان سے روایت اسی بنا پر اخذ کی گئی ہے۔ اس سے مروان کی صحابیت و جلالتِ کثرت فراموش نہیں ہوتا، امام بخاری نے بالعموم مروان

کی روایت حضرت مسور بن مخرمہ کو ساتھ مقرون و ملحق کر کے لی ہے۔ تاہم اس سے تنہا کوئی روایت مری ہو تو وہ بھی قابل قبول ہے کیونکہ امام بخاری کے نزدیک حضرت عروہ بن زبیر کے قول کے مطابق مروان مشہور فی الحدیث نہیں تھا، اس کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصریح درج ذیل ہے، جسے انہوں نے بدی الساری افضل التامع میں مجروح راویوں پر بحث کرتے ہوئے مروان کے زیر عنوان دیا ہے:

فانما حمل عنده سهل بن سعد وعروہ وعلی بن الحسین و ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحرث وهؤلاء اخرج البخاری احاداً بثبوتهم عندی صحیحہ لماکان امیراً عندہم بالمدينة قبل ان یبدو صدق الخلفاء علی بن الزبیر صابداً مروان سے حضرت سهل بن سعد، عروہ، علی بن حسین اور ابو بکر بن عبد الرحمن نے جو حدیث لی ہے اور ان کی تخریج امام بخاری نے صحیح میں کی ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ ان اصحاب کی موجودگی میں امیر مدینہ تھا اور جب تک اس سے حضرت ابن زبیر کی گفت کا صدور نہیں ہوا تھا۔

ابن حجر کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ان مذکورہ بالا حضرات نے مروان سے اس وقت تک روایت اخذ کی ہے جب تک اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلے میں اپنی سلطنت قائم کرنے کے لیے اپنی تدارک یا ہم سے نہیں نکالی تھی اور اسی زمانے کی روایات مروان کو امام بخاری نے صحیح میں لیا ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ تحدید و تخصیص کچھ زیادہ مفید نہیں ہے کیونکہ مروان کے کا زمانے پہلے بھی کچھ کم نہ تھے۔ صحیح نزہات یہی ہے کہ مروان کی ساری زیادتیوں کے باوجود جب اس سے کذب فی الحدیث کا ثبوت نہیں ملتا تو اس کی روایت بلا تامل لی گئی ہے اور لی جانی چلی ہے مگر اس سے اس کے معائب و مثالب کا عدم نہیں ہو جاتے باقی رہی یہ بات کہ امام مالک نے مروان کے فقہی فتاویٰ اور فیصلوں کو بطور حجت پیش کیا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ فیصلے واصل مدینۃ النبوی کے مابین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجماعی عمل پر مبنی تھے جس کی خلافت ورزی مدینہ میں رہتے ہوئے آسان نہ تھی۔ اس کے باوجود مروان نے متعدد بدعات و محدثات کو رائج کرنے کی کوشش کی جن کی تصویب نہ امام مالک یا کسی دوسرے محدث و فقیہ نے کی اور نہ جن پر عمل کرنے کی جرأت آج مدیرینات یا کسی دوسرے شخص کو ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر عبید بن کے لیے خطبہ نماز سے پہلے دنیا

اور اس کے لیے منبر کا اہتمام کرنا، آخر ان مروانی فیصلوں کو امت مسلمہ میں کس نے اس وقت سے لے کر آج تک حجت مانا ہے۔ امام مالک نے مؤطا میں آنحضرت اور خلفائے راشدین کی سنت بیان کی ہے کہ وہ خلیفہ عبید بن مزار کے بعد پڑھتے تھے مگر مروان کی سنت کا ذکر نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے مستوی میں تقریباً ساٹھ آجڑہ شیوخ مالک کو نام بنام بیان کیا ہے مگر مروان کا نام مجھے ان میں کہیں نظر نہیں آیا، بلکہ امام ابن عزم نے تو بیان تک لکھا ہے کہ مالکیہ کا عمل اہل مدینہ کو بطور حجت پیش کرنا بے کار ہے، کیونکہ وہاں مروان ہی کے زمانے سے تغیر سنن کا آغاز ہو گیا تھا۔

صحیح بخاری، ابواب العیدین، باب الخروج الی المسلمی بغیر منبر اور دوسری کتب حدیث میں تصریح ہے کہ مروان نے جو منبر نماز عبید کے لیے خاص طور پر بنوایا تھا جب وہ اس پر نماز عبید سے پہلے ہی پڑھنے لگا تو حضرت ابو سعید خدری نے اس کا دامن پکڑ کر پھینچ لیا مگر مروان دامن چھڑا کر منبر پر براجم ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو سعید فرماتے ہیں :

فقلت له غیرتم والله فقال ابا سعید قد ذهب ما تعلم فقلت ما اعلم  
والله خیر مما لا اعلم۔

میں نے مروان سے کہا خدا کی قسم تم نے دامن شریعت میں تغیر و تبدل کر دیا۔ تو مروان کہنے لگا، ابو سعید جو کچھ تم جانتے ہو، اس کا دور گزر چکا۔ میں نے (حضرت ابو سعید نے) جواب دیا: خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔

اب یہ شخص دیکھ سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری تو مروان کو اس پر ٹوک رہے ہیں کہ تو نے احکام شریعت میں تبدیلی کر کے خطبے کو نماز عبید پر مقدم کر دیا اور مروان اس خلافت و زرعی سنت پر نادم ہونے کے بجائے کہہ رہا ہے کہ ابو سعید جس علم کا مظاہرہ تم کر رہے ہو، وہ تو قصہ ماضی اور داستانِ پارینہ ہے۔ کیا "اٹا چور کو نوال کو ڈانٹے" کی مثال اس سے موزوں نہ کوئی اور ہو سکتی ہے: کوئی صاحب اگر ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم محض طعنہ رض اور الزام تو میں صحابہ سے بچنے کے لیے ترک سنت، مخالفت شریعت کی بھی واردے سکیں گے تو یہ بہت مشکل ہے۔ "تعلیم صحابہ کی آفر یہ کونسی قسم ہے کہ جس شخص کے سامنے نبی سلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پیش کی جاتی ہے اور وہ جواب میں

لہ الاحکام لابن عزم مطبوعہ العاصمہ، قاہرہ۔

کہتا ہے کہ اس کا دور اب لڑ گیا تب ایسے شخص کی تعلیم تو کیریم کریں۔ اگر ایسے شخص کے ثلاث اب لسانی جائز نہیں تو فضل الرحمن اور پرویز صاحب کے خلاف زبان کھولنا کیسے جائز ہے؟

دیوبندی اکابر کا مسک | پھر مولانا محمد ادریس صاحب فرماتے ہیں جہاں تک ہمارے اور ہمارے اکابر

کے مسک کا تعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم مروان کے بارے میں افراط و تفریط دونوں کو مناسب نہیں سمجھتے جس شخصیت کے مناقب و ثنائب دونوں تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہوں، اگر اس کی مدح و ثنا کو آپ کا جی نہیں چاہتا تو نہ کیجیے۔ مگر اس کے حق میں معن طلحہ کی زبان بھی مت کھولیں۔ اس کے ماحول کے اچھے ہوئے حالات سے بھی آنکھیں بند نہ کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے مردوں کو بُرا بھلا مت کہو۔ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا تھا، وہ اُسے پاچکے ہیں۔ اس کے جواب میں میری گزارش یہ ہے کہ مجھے تو مروان یا کسی دوسرے فرد متعین کے حق میں معن طلحہ کی زبان کھولنے سے خاص تشغف نہیں ہے لیکن کیا مجھے اس بات کا بھی حق نہیں پہنچتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وہ ارشاد بھی بیان کروں جس میں کسی شخص پر لعنت کا ذکر ہو۔ بلاشبہ آنحضرت نے مردوں بلکہ زندوں کو بھی بلا وجہ بُرا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے، لیکن دوسری طرف قرآن و حدیث ہی میں ایسی مستثنیٰ مثالیں موجود ہیں جن میں بعض افراد پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت مذکور ہے۔ پھر مولانا موسوی نے اپنے جن اکابر کے مسک کی ترجمانی فرمائی ہے معلوم نہیں اس فہرست میں کون کون بزرگ شامل ہیں اور ان کا افراط و تفریط سے میرا مسک کس مقام پر بیان ہوا ہے۔ شاد عبدالعزیز محدث دہلوی یقیناً ان اکابر میں شامل ہوں گے جنہوں نے رفض و تشیع کے رد میں ایک ملبسوط کتاب تحفۃ اثنا عشریہ لکھی ہے، اُن سے درج ذیل سوال و جواب فتاویٰ عزیزی میں منقول ہے:

”سوال۔ مروان کو بُرا کہنے کے بارے میں اہل سنت کے نزدیک کیا ثابت ہے؟“

”جواب۔ اہل بیت کی محبت فرانس ایمان سے ہے نہ کہ لوازم سنت۔ اور محبت اہل

بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنة کو بُرا کہنا چاہیے اور اس سے دل سے بیزار رہنا

چاہیے۔ علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین اور اہل بیت کے ساتھ

اور کابلِ عداوت ان حضرات سے رکھنا تھا۔ اس خیال سے اس سببان سے نہایت ہی

بیزار رہنا چاہیے۔“ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۵، باہتمام حاجی محمد ذکی، ناشر سعید کمپنی۔)

ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ ۱۳۸۷ھ

علمائے دیوبند کے استاذ الاساتذہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری، بخاری، کتاب الفتن، حدیث: هلكة امتی علی یدی علمة من قدوتہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

”قد وردت احادیث فی لعن: الحکم والدم مروان وما ولد اخوجما الطبرانی وغیرہ  
واحادیث میں حکم اور اس کے بیٹے پر لعنت وارد ہے۔ طبرانی اور دوسرے محدثین نے انکی تخریج کی ہے۔  
اس کے بعد دیوبند کے شیخ المشائخ مولانا محمود الحسن صاحب کا درج ذیل قول ملاحظہ ہو جو سنن  
ترندی، صلوة عیدین کی تقریر میں منقول ہے:

یقال ان اول من خطب قبل الصلوة فی العیدین مروان بن الحکم۔ کان  
مروان بن الحکم ظالما فحاشا مستدبرا عن سنة عليه السلام وكان يسب  
الناس فی المياعم مثل الجمعة والاعباد والناس كانوا لا ينتظرون بعد الصلوة  
الى الخطبة لسيئه في أثناء الخطبة فقدم الخطبة <sup>على الصلوة</sup> لا ينشروا الناس وكانوا ينتظرون  
للصلوة لا محالة۔

رکھا جاتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے نماز عیدین سے قبل خطبہ دیا وہ مروان بن حکم  
تھا۔ مروان بے حد پرے درجے کا ظالم اور سنت نبوی کو پیٹھ دکھانے والا اور اس سے  
منہ موڑنے والا تھا اور لوگوں پر جمعے اور عیدین کے مجمع ہاتے عام میں سب و شتم کرتا تھا  
اور لوگ اس سب و شتم کی وجہ سے نماز عید کے بعد اس کے خطبے کا انتظار کیے بغیر چلے  
جاتے تھے۔ اسی لیے اس نے نماز پر خطبے کو مقدم کیا تاکہ لوگ منتشر نہ ہو سکیں کیونکہ ان  
کے لیے نماز کا انتظار تو ناگزیر تھا۔

التقریر ترندی، مولانا محمود الحسن مکتبہ رحیمیہ دیوبند، ۱۳۶۱ھ، ص ۱۹،

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے افادات ترندی جو مولانا محمد کبیری صاحب کا ندر صلوٰی نے  
”الکوکب الدرئی“ کے زیر عنوان جمع کر کے چھپواتے ہیں، ان میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:  
اول من خطب قبل الصلوة مروان بنیة فاسدة، فكان يعرض في خطبته باهل بيت النبي  
صلى الله عليه وسلم وليس الا ادب بهم فلما رأى الناس ذلك وان ليس لهم صبر على



استماع اذا هم رضى الله عنهم جعلوا يذهبون اذا فرغوا من الصلوة فقدم مروان الخطبة ليحتمهم الى سماعها فكان فعله ذلك خبثا ظاهرا فانكروا عليه (مروان نے سے پہلے بڑی نیت کے ساتھ عید کا خطبہ نماز پر مقدم کیا۔ وہ اپنے خطبے میں اہل بیت النبی پر طعن و تعریض کرتا تھا اور ان کے حق میں بے ادبی کرتا تھا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا اور وہ اہل بیت کی اس ایذا رسانی پر سبر نہ کر سکے تو وہ نماز کے بعد چلے جاتے تھے۔ تب مروان نے خطبہ مقدم کیا تاکہ لوگوں کو مجبور کر کے ایسا خطبہ سناے۔ پس اس کا یہ عمل خبیث کا مظاہرہ تھا جس پر لوگوں نے انہما زلفت کیا)۔

یہ بات بخاری، سنن ابوسعیدین کی اس حدیث میں بھی مذکور ہے جس کا کچھ حصہ میں پہلے نقل کر آیا ہے۔ کہ مروان نے خود حضرت ابوسعید سے کہا کہ لوگ نماز عید کے بعد ہمارے لیے بیٹھتے ہی نہیں، اس لیے خطبہ کو مقدم کرنا پڑا۔ اب جو لوگ مروان کو صفا صحابہ میں شمار کر کے اس کے مناقب بیان کرتے ہیں، انہیں خدا کا کچھ تو سوچنا چاہیے اور سوچ کر اس سوال کا جواب دینا چاہیے کہ آخر سب مسلمان اس صغیر صحابی کا خطبہ عید سننے سے کیوں اتنا دُور بھاگتے تھے حالانکہ خطبہ سننا مستنون اور ایک طرح سے نماز کا حصہ ہے، مولانا محمد ادریس صاحب اپنے اکابر کا جو مسلک بیان فرما رہے ہیں، اس بیان کو وہ مسلک کی روشنی میں وہ ان اکابر کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جن کے اقوال میں نے ابھی درج کیے ہیں؟ دیوبندی مسلک کے اصل ترجمان یہ حضرات ہیں یا آپ ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ تم مروان کے کارناموں اور اس کے ماحول کے بچھے ہوئے حالات سے بھی آنکھیں بند نہ کرو۔ اس نصیحت کے ہم نگر گزار ہیں مگر آپ بھی مروان کے ان کارناموں سے چشم پوشی نہ فرمائیں جنہوں نے اس ماحول کے حالات کو الجھانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں اور امام ذہبی کا حوالہ دیتے ہیں کہ خدا سے بغض رکھنے والوں نے، جن کا اڑھنا بچھونا کذب و نفاق تھا، انہوں نے طوفان بد نظیری سے طومار تیار کیے اور آپ کو شاید معلوم نہیں کہ خود امام ذہبی نے مروان کے بارے میں اپنی متعدد تصانیف میں کیا کچھ لکھا ہے، مگر محدثین نے جو کچھ مروان کے متعلق فرمایا ہے اس کے بیان کا اصل موقع اس وقت آئے گا، جب کبھی میں انشاء اللہ ما فظلا سلاح الدین پوسٹ کی کتاب پرنٹسہ کرناں کا سیر دست میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ تاہم آپ نے جو باسرا اس امر کا اعلان کیا کہ ہمارے بزرگوں کا فہم یہی ہے کہ وہ مروان پر زبان لعن دراز نہیں کرتے، اس کے جواب میں آپ کے

لے مروان اور حضرت ابوسعید کا یہ واقعہ معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں بھی وارد ہے۔

بزرگوں کے چند اقوال نمونہ پیش کر دیتے گئے جنہوں نے ”مروان پر زبانِ طعن و راز کی ہے نہ  
 عجیب و غریب مغالطہ | مولانا محمد ادریس صاحب نے آخر میں ایک حیرت انگیز بات ارشاد فرمائی ہے۔  
 فرماتے ہیں ”ملک صاحب کو غالباً کسی دارالحدیث میں کتبِ حدیث کی سماعت کا اتفاق ہوا ہوگا اور  
 طلبہ حدیث کی اس عادت کا بھی علم ہوگا کہ وہ ہر حدیث کی سند پڑھنے کے بعد نینِ حدیث شروع کرنے سے  
 پہلے صحابی کے نام پر شی اللہ عنہ و عنہم کہنے کا التزام کرتے ہیں۔ اب بخاری شریف کی قراءت کرتے ہوئے  
 جہاں مروان بن الحکم کے نام پر سند ختم ہو جاتی ہے، وہاں ملک صاحب رضی اللہ عنہما کہتے کا فتوے  
 دیں گے یا معاذ اللہ لعنة اللہ علیہم کا؟ بینوا توجدوا! اس صریح استعمال آمیز اور مغالطہ خیز عبارت کو  
 بغور پڑھنے کے باوجود میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کا منشا و مدعا کیا ہے اور اس کی بنا کیا ہے؟ اگر مولانا  
 محمد ادریس صاحب یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ امام بخاری نے مروان یا حکم کو صحابی قرار دیتے ہوئے ان سے  
 کوئی مرفوع و متصل حدیث براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح بخاری شریف میں تخریج کی ہے تو  
 یہ بات بالکل غلط ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں ایسی کوئی حدیث نہیں لی ہے۔ نہ وہ ان کو صحابہ میں شمار  
 کرتے ہیں۔ اپنی تاریخ میں ان کا فائدہ ہے کہ وہ بالعموم صحابی کے ساتھ لہ سجدة وغیرہ کے الفاظ دُج  
 کرتے ہیں یا کوئی ایسی حدیث نقل کرتے ہیں جو ان صحابی نے بلا واسطہ آنحضور سے روایت کی ہو لیکن  
 تاریخ کبیر ج ۴ ص ۳۶۸ (رواۃ المعارف) میں مروان کے ترجمے میں ایسی کوئی تصریح نہیں بلکہ صرف  
 یہ ہے کہ سمع عثمان بن عفان و لیسرہ (یعنی مروان نے حدیث عثمان و لیسرہ سے روایت سنی ہے)۔  
 امام ذہبی لسان البیان میں مروان کے ترجمے میں صاف فرماتے ہیں: قال البخاری: لم یروا لہی صلی اللہ

لہ محمد تنقی صاحب نے اس حقیقت سے انکار کرنے پر بڑا زور لگایا تھا کہ حضرت معاویہ اور ان کے گورنر مروان  
 وغیرہ حضرت علیؑ اور اہل بیت پر جمعہ کے خطبوں میں سب و شتم اور لعن طعن کرتے تھے۔ اب وہ مزید میری  
 اس بحث کو بھی دیکھیں جس میں مولانا شبلی نعمانی اور دیوبند کے اکابر اس سب و شتم کو بطور ایک ذائقہ مسئلہ کے  
 بیان کر رہے ہیں اور اس کے لیے کسی حوالے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔ متعدد دیگر ائمہ سلف نے مثلاً امام  
 ابن حزم، امام محمد بن احمد السفارینی الحنبلی اور بے شمار دوسرے بزرگوں نے، اسے اسی طرح بیان کیا ہے اس  
 کے بعد بھی جو شخص کبھی نہ مانوں کی رٹ لگانا چاہے، اُسے کون روک سکتا ہے؟

لہ حافظ ابن حجر نے بھی تقریب میں مروان کے تعلق لکھا ہے لا تثبت لہ صحبۃ (اس کی صحابیت ثابت نہیں)

علیہ وسلم۔ قلت روى عن بسرہ وعن عثمان ولہ اعمال مویقۃ نسأل اللہ السلامة ریحی طلحة  
بسم وفعل وقعل :

بخاری کہتے ہیں: مروان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ میں ذہبی (کہتا ہوں کہ اس  
نے بسرہ و نسبت صفوان) اور عثمان سے روایت کی ہے اور اس کے اعمال بلاکت تیز ہیں،  
بسم اللہ سے سلامتی ملے گی۔ مروان نے حضرت طلحہ کو تیرا را اور نسبت سے ناگفتنی  
اقوال کا ارتکاب کیا۔

طبقات ابن سعد میں حضرت طلحہ کے ترجمہ میں پانچ مختلف اسناد سے مروی ہے کہ مروان نے حضرت طلحہ کو قتل کیا تھا۔  
امام بخاری کا یہ قول تہذیب التہذیب اور دوسری کتابوں میں بھی منقول ہے۔ مروان کی مذمت میں امام  
ذہبی کے اس سے شدید تر اقوال بھی موجود ہیں انہم وہی مذہب ہیں نے یہ سب سمع النبی ولاراه جرح منورہ حدیثی نہ اچھو دیکھا۔  
صحیح بخاری کے جو نسخے متداول ہیں اور جن کی سند امام بخاری تک پہنچتی ہے، ان میں جہاں کسی صحابی  
تک سلسلہ اسناد پہنچتا ہے وہاں اکثر و بیشتر صحابی کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے الفاظ موجود ہیں کسی ایک جگہ  
اگر یہ رہ گئے ہیں تو دوسرے مقام پر ان صحابی کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے لیکن مروان یا حکم  
کا نام جہاں بھی آیا ہے وہاں رضی اللہ عنہ نہیں لکھا گیا ہے مثلاً بخاری کتاب الشروط کی پہلی ہی حدیث  
حضرت عروہ بن زبیر سے مروی ہے انہ سمع مروان والمسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما ... اب  
اس سند میں رضی اللہ عنہما کے متعلق کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس میں ٹھکانا کا اشارہ مروان اور  
حضرت مسور کی جانب سے نہیں، بلکہ اشارہ حضرت مسور اور ان کے والد حضرت مخرمہ کی جانب سے جو  
دونوں صحابی ہیں اور انہی کو امام بخاری نے رضی اللہ عنہما کہا ہے۔ اگر مروان کو بھی امام بخاری شامل کرنے  
تو رضی اللہ عنہم کہتے۔ اب یہاں رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہ ہوتے تب بھی ایک بات تھی لیکن امام بخاری  
صاف طور پر دو صحابوں کے ساتھ یہ الفاظ لاتے ہیں اور مروان کو نارج کر دیا ہے۔ کوئی صاحب اگر  
مزید المینان کرنا چاہے تو وہ عمدۃ القاری میں اس حدیث کی شرح دیکھ لیں۔ وہاں علامہ عینی حضرت  
مسور اور حضرت مخرمہ کے متعلق لکھتے ہیں لہ والایہ صحبۃ اباب پیٹے دونوں صحابی ہیں۔ پھر  
فرماتے ہیں:

امام مروان فانہ لا یستم لہ سماع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا صحبۃ لانہ

خرج الى الطائف طفلاً لا يعقل لما نعى النبي صلى الله عليه وسلم ابا الحكم  
وكان مع ابيه بالطائف حتى استخلفت عثمان فردّهما -

دجیان تک مروان کا تعلق ہے، اس کی سماعت حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح و ثابت نہیں ہے اور نہ وہ صحابی ہے۔ کیونکہ وہ ایک طفلِ نادان تھا جبکہ اسے اپنے باپ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے سے طائف کی طرف بلا وطن کر دیا تھا اور وہ اپنے باپ کے ساتھ طائف ہی میں رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان غنیؓ نے انہوں نے دونوں کو واپس بلا لیا۔

صحیح بخاری میں مروان کی دوسری روایات کا بھی یہی معاملہ ہے کہ جہاں مروان کے نام پر ان کی سند کا خاتمہ ہوا ہے وہ سب مُرسَل روایتیں ہیں، یعنی مروان کے بعد کسی صحابی کا نام غیر مذکور ہے جن سے مروان نے روایت کی ہے۔ یہ احادیث مروان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز نہ سنی ہیں۔ اب اس کے بعد ہر صاحبِ علم یہ دیکھ سکتا ہے کہ مولانا محمد ادریس صاحب کا یہ سوال کتنا عجیب و غریب ہے کہ بخاری شریف میں جہاں مروان بن حکم کے نام پر سند ختم ہوتی ہے وہاں ملک صاحب رضی اللہ عنہما کہیں گے یا لعنة الله... کا فتویٰ دیں گے؟ میں نہ مفتی ہوں، نہ مجھے لعنت بھیجنے کا زیادہ ذوق و شوق ہے، مگر بخاری شریف پڑھتے ہوتے ہیں اس کے مصنف امام بخاری ہی کے طریقے پر عمل کروں گا اور مروان اور حکم کو رضی اللہ عنہما ہرگز نہیں کہوں گا، جبکہ میرے نزدیک وہ صحابی نہیں اور ان پر حدیث میں لعنت بھی وارد ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کونسا "دار الحدیث" ہے یا تھا جس میں بخاری کا درس دیتے ہوئے جہاں ان باپ بیٹوں کا نام آتا ہے، وہاں طلبہ و اساتذہ مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کا اہتمام فرماتے ہیں؟ مولانا موسو من سے درخواست ہے کہ وہ میری اور دوسرے طالبانِ علم کی معلومات میں اضافہ فرمائیں اور ذرا چند ایسے "دار الحدیث" اور ان کے معتمدین و فارغین کے نام بتیات میں شائع فرمادیں جو قراءتِ بخاری کے دوران میں مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ پھر یہ فعل اس مزعومہ "مسکب اکابر" سے کہاں تک موافق ہے جس کی رُو سے اس باپ بیٹے کے لیے نہ رضی اللہ عنہما کہنا روا ہے نہ لعنت اللہ کہنا۔ مروان کا باپ اچھے غضب بلائے غضب یہ ہے کہ فاضل مدیر بتیات مروان کے ساتھ حکم کو بھی شریک کر کے دونوں کے حق میں رضی اللہ عنہما کی قراءت کا التزام چاہتے ہیں اور غالباً مدیر موصوت پہلے شخص ہیں جنہوں نے حکم کو بھی رضی اللہ عنہما بناتے کی سعی فرمائی ہے۔ حکم وہ شخص ہے جو منافقینِ مدینہ سے سزا باز

رکھ کر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے راز اور خفیہ امور سے آگاہ کرتا تھا۔ محدثین و مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ کبھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق مبارک کی نقل آتارے ہوتے ایک مصنوعی انداز میں بولتا تھا، کبھی چلتے ہوئے آنحضرت کی خصوصی رفتار مبارک کی نقلیں آتارے تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجزاً میں اس کو شمار کیا گیا ہے کہ اس شخص کی گفتار و رفتار میں ایک طرح کا تصنع اور فساد پیدا ہو گیا تھا کیونکہ آنحضرت نے فرمایا تھا کُنْ كَذَالِكَ - بعض اقوال کے مطابق یہ شخص گھروں میں جھاکتا تھا غرض یہ کہ ان حرکات کی بنا پر اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ بدر کر کے طائف میں قید کر دیا تھا اور کوشش کے باوجود حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں واپس آنے کی اجازت اُسے نہ مل سکی۔ مروان اور اس کے باپ کے متعلق حافظ ابن کثیر البدایہ (جلد ۸ ص ۲۵۹) میں لکھتے ہیں:

وقد كان ابوه الحاكم من اكبر اعداء النبي صلى الله عليه وسلم وانما

اسلم يوه الفقه و قدم الحاكم مدينة ثم طرده النبي صلى الله عليه وسلم

الى الطائف وصات بها و هو وان كان اكبر الاسباب في حصار عثمان -

اور مروان کا باپ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے تھا، فتح مکہ کے روز

ایمان لایا اور مدینے پہنچا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طائف کی طرف جلا وطن کر دیا

اور وہیں وہ فوت ہوا اور مروان حضرت عثمان کے محصور ہونے کا سب سے بڑا سبب تھا۔

اب اگر ایسا باپ اور بیٹا بھی رضی اللہ عنہما ہیں تو پھر کہہ دیجیے کہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

ہے۔ وہ مرتے دم تک مدینے میں مسلمانوں کے معاشرے میں رہا ہے اور مسلمانوں ہی کے قبرستان میں

دفن ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ بھی پڑھایا اور اس کے کفن کے لیے اپنا پیر مبارک

بھی عطا فرمایا۔ جو لوگ اپنا "ذوق" یہ تیار ہے یہی کہ "حکم اور اس کے بیٹے پر زبانِ طعن و راز نہ کی جائے"

ان کی نگاہ سے سورہ اخزاب کی وہ آیت تو گزری ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ

يُبْذَرُونَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔

۱۰ البلاغ کے جواب میں محض ضمناً میں نے یہ لکھ دیا تھا کہ حدیث میں حکم اور اس کے بیٹے پر لعنت

وارد ہے اور یہ ان چند مقامات میں سے ایک ہے جہاں محدثی صاحب عثمانی نے مجھ سے اظہار اتفاق

۱۱ شاہ عبدالعزیز محدث کا قول پہلے نقل ہو چکا کہ "مروان کامل عدوات حضرات اہل بیت سے رکھتا تھا"

کر لیا تھا لیکن عجیب بات ہے کہ ”بنیات نے اس پر فوراً ”البلاغ“ کو لقمہ دینا خود ہی سمجھا اور مولانا ٹونکی صاحب اور مولانا محمد ادریس صاحب نے مل کر عثمانی صاحب کو کمک پہنچانے اور مروان اور حکم کے مناقب بیان فرمانے کی کوشش کی۔ یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہے، اس کا اندازہ قارئین خود ہی کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف جناب محمد مفتی صاحب نے جو اسی زقند لگائی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ البلاغ کے تازہ جمادی الاولیٰ کے شمارے میں لکھتے ہیں:

”احقر نے ذی الحجہ کے البلاغ میں لکھ دیا تھا کہ ملک صاحب کے دیتے ہوئے حوالے کے مطابق مستدرک ص ۴۸۱ ج ۴ پر مجھے یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ مل گئی جس کی حافظ ذہبی نے بھی توثیق کی ہے۔ اب ربیع الثانی کے بنیات میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے میری اس عبارت پر گرفت کر کے حدیث کی مفصل تحقیق درج فرمائی ہے۔ اب میں مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہم کی تحقیق پر مطمئن ہوں اور اس تنبیہ پر ان کا شکریہ گزار۔ مجھے مدیر بنیات کے ان الفاظ سے بھی پورا اتفاق ہے کہ ہمارے بزرگوں کا ذوق یہی ہے کہ مروان کو نہ صحابہ کرام کے مخصوص لقب رضی اللہ عنہ سے جا بجا یاد کرتے ہیں، نہ اس پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں“

اب البلاغ کی یہ تازہ مراجعت کیا اس امر کا واضح ثبوت نہیں ہے کہ یہ لوگ اپنے گروہ کی حد تک ”من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو“ کی روش پر کاربند ہیں۔ صحیح بات سے ہٹنا اور غلط بات پر ڈنکان کے لیے بالکل سہل ہے۔ جسے یہ اپنے حلقے کا آدمی سمجھتے ہیں، وہ اگر نہایت کمزور اور وہاں ہی بات کہہ دئے تب بھی اسے پک کر لیں گے اور جو ان کی ٹریڈ یونین کا ممبر نہ ہو، اس کے معاملے میں ان کی ”فراخلی فوراً ان کا ساتھ چھوڑ دیگی۔ البلاغ اور بنیات کے ادارہ تحریر سے میری یہ گزارش ہے کہ ”جمہور اہل سنت کے مسکت اور آپ کے اکابر کے ذوق کی تحقیق کے تقاضے محض ستائش باہمی سے پورے نہیں ہو سکتے، نہ علمی بحثوں میں بودا اور غیر محکم استدلال محض اس طرح کی پھینسیوں سے موثر اور جاندار ہو سکتا ہے کہ آپ دوسروں کے لیے — جلاکٹا رافضی، ذوقِ مورودیت کا وکیل، رافضیت کا جدید ایڈیشن، کارخانہ رخص کی پیداوار — اور اس طرح کے دوسرے غامبانہ اور معیارِ شرافت و تقاہت سے فروتر الفاظ استعمال کریں۔ اگر آپ نبیاً علیہم السلام کے وارث اور ان کے خلق کے حامل ہیں، تو آپ کو یہ تائید بالالغاب اور فقرے بازیاں

زیب نہیں دیتیں، نہ ان کی مدد سے ہوائی اور غیر علمی باتوں کو وزن و قدر نصیب ہو سکتا ہے۔ دلیل سے بات مانیے اور منوائے، محض طعن و تشنیع اور ہمز و لمز سے کام نہ لگانے کی سعی ناکام نہ فرمائیے۔

اندکے پیش تو گفتگو و بدل تر سیدم

کہ تو آزر وہ شوی ورنہ سخن بسیار است

آخر میں ایک اور مفتی صاحب کا تازہ بصیرت افروز فتویٰ بھی ہدیہ فارمین ہے۔ یہ تعلیم القرآن روڈ پٹی جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ میں شائع ہوا ہے۔ مفتی صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا مردان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور کیا ان کو خبیث کہنا جائز ہے اور جو امام ایسا کہے اس کے پیچھے اقتداء کرنی جائز ہے؟ مفتی صاحب فرماتے ہیں:

”مردان کو اسماء الرجال کی کتابوں میں صحابہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کی پیدائش ہوئی ہے بعد از ہجرت۔ ان کے باپ کو پیغمبر علیہ السلام

والسلام نے طائف کی جانب نکال دیا تھا اور یہ بوجہ چھوٹا ہونے کے باپ کے ساتھ ہی

رہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہوں نے دیکھا نہیں۔ ان کی روایت صحاح ستہ

میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معتقد خاص تھے۔ ان کو ناشائستہ الفاظ میں ذکر

کرنا مسکب اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے اور خیر القرون مشہور و لہا بالخیر کے

متعلق بے باکی۔ فلہذا جو اس جبارت کا ترکیب ہے، ایسے شخص کو سمجھانا چاہیے... اگر

امام مذکور اصلاح قبول کرے تو اس کی اقتداء درست ہے، ورنہ مکروہ ہے کیونکہ وہ متبدع

ہے اور متبدع کی اقتداء فقہاء کرام نے مکروہ لکھی ہے۔“

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن

اب ان مفتی صاحب نے جو فتویٰ داغ ہے اور حضرت مردان کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہنے

والوں کو جس طرح مسکب اہل سنت کا مخالف، بے باک، جبارت کا ترکیب، متبدع اور امامتِ صلوٰۃ کے

بے نا اہل قرار دیا ہے، ذرا اس فتوے کی روشنی میں ان سارے اکابر کے اقوال مندرجہ بالا کو دوبار دیکھیے

لہ ان اکابر میں سے ایک کا ذکر اسی رسالے کے ص ۱۰ پر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: شیخ محدث وقت حضرت مولانا

رشید محمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی یاد رہے کہ مولانا گنگوہی نے مردان کیسے وہی لفظ خبیث استعمال کیا ہے جو سائل کے سوال میں لکھا